کتابت قرآن عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں

آخری قسط

ظفر الاسلام اصلاحی

دہلی سلاطین اور مغل بادشاہوں کے علاوہ بعض علاقوں کے آزاد حکمران بھی خطاطی میں مہارت و کتابت قرآن میں دل چسپی کے لئے معروف تھے۔ دکن کے سلاطین میں فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷۔ ۱۴۲۲ء) دینداری کے حوالے سے معروف تھے۔ انہوں نے کتابتِ قرآن میں دلچسپی لی اور اسی کو ذریعۂ معاش کے طور پر اختیار کیا۔ (۴۳)۔ گجرات کے خود مختار حکمران مظفر شاہ (۱۵۱۱۔ ۱۵۲۵ء) نہ صرف خطاطی کے دلدادہ تھے بلکہ نسخ، ثلث اور رقاع تینوں طرزوں کے مطابق انہیں خطاطی کا بہترین ملکہ حاصل تھا۔ تاریخ فرشتہ کے بیان کے مطابق وہ مسلسل قرآن کریم کی کتابت کرتے رہتے تھے۔ ایک نسخہ مکمل ہو جاتا تو حصول ثواب و برکت کے لئے اسے حرمین شریفین بھجوا دیتے۔ (۴۴)

مغلیہ دور میں شہزادوں اور شہزادیوں میں بھی فن خطاطی بڑا مقبول رہا ہے۔ اہم بات یہ کہ ان میں سے بعض نے خطاطیِ قرآن میں دل چسپی لی اور کتابتِ قرآن کے لئے اپنی خطاطانہ مہارت کو استعمال کیا۔ شہزادہ پرویز (جہانگیر کے بیٹے) عربی و فارسی زبان سے بخوبی واقفیت کے علاوہ حسنِ خط کے لئے بھی معروف تھے اور انہیں خاص طور سے نسخ میں کمال حاصل تھا۔ قرآن کریم کی خطاطی کا انہیں بچپن ہی سے شوق تھا جو آخر عمر تک باقی رہا۔

صاحبِ 'تذکرۂ خوش نویسان' کے الفاظ میں "در علم عربی و فارسی و نوشتن خطوط بغایت آراسته و پیراسته بود اکثر اوقات بکتابت کلام الله صرف می نمود"۔ (۴۵) یہ روایت بھی ملتی ہے کہ شہزادہ پرویز کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ قرآں جہانگیر کے مطالعہ میں تھا۔ (۴۶) خطاطی میں دارا شکوہ کی دلچسپی و مہارت یقینی طور پر ثابت ہے۔ (۴۷) قرآن کریم کی کتابت میں بھی ان کی دلچسپی کے بعض حوالے ملتے ہیں۔ ان

کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ عزیز باغ لائبریری (حیدرآباد) میں محفوظ ہے جس کے حروف شروع سے آخر تک سنہرے ہیں۔ اسی طرح خطِ نسخ میں ان کا تیار کردہ ایک مطلا پنج سورہ وکٹوریہ میموریل ہال کلکتہ میں دستیاب ہے۔(۴۸) مزید برآں دارا شکوہ کے ذاتی مصحف کا بھی حوالہ ملتا ہے جو ان کے زیر تلاوت رہتا تھا۔ اگرچہ یہ قطعی طور پر ثابت نہیں کہ وہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ مولانا مظہر علیم (سفیر مسلم ایجوکیشنل کانفرنس و قریبی رفیق مولانا مناظر احسن گیلانی) کے بیان کے مطابق نواب حسام حیدر رئیس کمیلہ (مشرقی بنگال۔ موجودہ بنگلہ دیش) کے پاس قرآن شریف کا ایک مطلا و مذہب نسخہ موجود تھا جو چکنے دبیز کاغذ پر بڑی تقطیع میں لکھا ہوا تھا۔ وہ اسے دارا شکوہ کا مصحف خاص بتاتے تھے۔ جس پر شہزادہ کی مہر بھی تھی۔ نواب صاحب نے یہ بھی واضح کیا تھا کہ انہوں نے یہ نسخہ ایک یورپین خاتون سے خریدا تھا۔(۴۹)۔ شہزادیوں میں جہاں آرا بنت شاہ جہاں اور زیب النساء بنت اورنگ زیب خاص طور سے فن خطاطی میں کمال اور اس کے فروغ میں دلچسپی کے لئے مشہور ہیں(۵۰)۔ لیکن قرآن کریم کی کتابت میں دلچسپی کا واضح ثبوت صرف جہاں آرا سے متعلق ملتا ہے۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآنی آیات کا ایک مجموعہ مع فارسی ترجمہ مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے شعبہ مخطوطات (حبیب گنج کلکشن) میں "آیات بینات" کے نام سے دستیاب ہے۔ متفرق آیات کا یہ مجموعہ ۷۶ اوراق پر مشتمل ہے اور اس کا سنہ کتابت ۱۰۷۳ھ / ۱۶۶۲ء ہے۔ اس نسخہ کے ٹائٹیل کور پر مختصر تعارف میں اسے شہزادی جہاں آرا سے منسوب کرتے ہوئے یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اسے شہزادی نے اس وقت لکھا جب ان کے والد ماجد آگرہ کے قلعہ میں اسیر تھے۔ وہ تنہائی کے عالم میں اپنا زیادہ وقت عبادت میں گذارتی تھیں۔ مزید برآں اس نسخہ پر شاہ جہاں، اورنگ زیب و امجد علی شاہ کی مہریں بھی ثبت ہیں۔(۵۱)

اوپر کی تفصیلات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عہد اسلامی کے ہندوستان میں بادشاہوں اور شہزادوں میں یہ فن کافی مقبول رہا ہے اور بعض نے بطور خاص کتابتِ قرآن میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور اس کے لئے خطاطی میں اپنی مہارت سے بھی کام لیا۔ لیکن اس عہد میں کتابتِ قرآن کی روایت کو استحکام بخشنے اور خطاطیِ قرآن کو ترقی دینے میں علماء کا حصہ بھی بہت نمایاں رہا ہے۔ یہ بات معروف ہے کہ اس زمانے کے بیشتر خطاط علماء ہی تھے۔ معروف روایات کے مطابق سرزمین ہند میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ عہد خلافت راشدہ سے شروع ہوا اور یہاں یہ ذکر اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ اسی زمانہ سے مکران و سندھ کے علاقہ میں بعض ایسے علماء ورود فرما ہوئے جو خطاطی میں خاص شغف رکھتے تھے۔ ان اولین واردین ہند میں حکم بن عمرو الثعلبی' (م ۵۰ھ) عبید اللہ بن معمر التیمی (م ۲۹ھ) و ابو حفص محدث بصری قابل ذکر ہیں اول الذکر دونوں بالترتیب حضرت عمرؓ و حضرت

عثمانؓ کی خلافت کے دوران ۲۳ھ و ۲۹ھ میں مکران آئے اور کچھ عرصہ یہاں مقیم رہے اور مؤخر الذکر خلیفہ مہدی کے عہد (۷۷۵۔۷۸۵ء) میں سندھ کے علاقہ میں فروکش ہوئے (۵۲)

محمد بن ادریس بصری

غزنوی دور میں عرب ممالک سے ہندوستان منتقل ہونے والوں میں محمد بن ادریس بصری شامل تھے۔ یہ لاھور کے ممتاز عالم شیخ محمد اسماعیل محدث (م ۱۰۵۶ء) کے معاصرین میں سے تھے۔ محمد بصری پہلے لاھور اور بعد میں دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ خطاطی کے ماہر تھے اور قرآن کریم کی کتابت میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے باریک خوب صورت جھلی پر سنہری حاشیوں کے ساتھ قرآن لکھا اور اس میں خطاطی کے تین مختلف انداز اختیار کئے۔ سورتوں کے نام ثلث میں و متن قرآن نسخ میں لکھا جبکہ ہر آیت کے پہلے لفظ کے لئے خفی رقاع کا طریقہ استعمال کیا۔ (۵۳)

تیرہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں دہلی سلطنت کے قیام کے بعد ہندوستان میں مختلف علوم وفنون کے ماہرین کی آمد کا سلسلہ مزید آگے بڑھا اور رفتہ رفتہ خود ہندوستانی مسلمانوں میں بھی دلچسپی لینے والے پیدا ہوئے اور ان میں بعض ایسے تھے جنھوں نے خاص طور سے خطاطیٔ قرآن میں رغبت دکھائی۔ ان میں کچھ ایسے تھے جنھوں نے اسے ایک نیک مشغلہ کے طور پر اختیار کیا اور اس خدمت کا کم از کم معاوضہ وصول کرنے پر اکتفا کیا۔ ان میں سے چند ممتاز کاتبین قرآن کا تذکرہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

فخر الدین مروزی

سلطان علاؤالدین خلجی (۱۲۹۵۔۱۳۱۵) و اولین تغلق سلاطین کے معاصر اور اس زمانے کے مشہور عالم و صوفی شیخ فخر الدین مروزی (م ۱۳۲۷ء) کا خاص مشغلہ کتابت قرآن تھا۔ وہ شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدین میں سے تھے اور گوشہ نشین رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے بیان کے مطابق وہ قرآن کریم کی کتابت کے بعد لوگوں سے پوچھتے کہ (بازار کی عام شرح کے مطابق) اس کا کیا معاوضہ ہوگا۔ لوگ بتاتے کہ فی جزو شش گانی تو فرماتے کہ میں فی جزو چار جیتل سے زیادہ نہ لوں گا اور اگر کوئی حصول برکت کی خاطر اس سے زیادہ دینے کی کوشش کرتا تو اسے ہرگز قبول نہ کرتے (۵۴)۔ بڑھاپے میں جب وہ کتابت سے معذور ہوگئے تو قاضی حمید الدین کی سفارش پر سلطان علاء الدین خلجی کی جانب سے یومیہ ایک ٹکہ وظیفہ مقرر ہوا تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ایک شش گانی (یعنی روزانہ کی کتابت کی اجرت کے مساوی) سے زیادہ لینے پر تیار نہ تھے۔ آخر

میں کافی اصرار کے بعد دو شش گانی قبول کرنے پر راضی ہوئے. (۵۵)

. جلال الدین مانکپوری

جلال الدین مانکپوری (م ۱۳۲۵ء) چشتی سلسلہ کے صوفیوں میں سے تھے۔ تعلیم و تبلیغ کے علاوہ ان کے روز کے معمولات میں کتابت قرآن کا مشغلہ بھی شامل تھا۔ اسے انھوں نے وجہ معاش کے طور پر اختیار کیا تھا اور قرآن کے تئیں ان کے جذبہ احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ بغیر وضو قلم نہیں پکڑتے تھے۔ وہ اپنے کتابت کردہ نسخوں کو دہلی بھیجتے تھے جہاں ان کا ہدیہ (فی نسخہ) پانچ سو ٹکہ ملتا تھا (۵۶) اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی کتابت بہت معیاری و اعلیٰ درجہ کی تھی اس لئے کہ اسی زمانے میں دہلی میں قرآن کریم کے نسخے ایک یا دو ٹکوں کے عوض بھی دستیاب تھے جیسا کہ قاضی برہان الدین نے دہلی میں ایک ٹکہ ہدیہ میں ایک مصحف خریدنے کا ذکر کیا ہے. (۵۷)

شیخ جنید حصاری

شیخ جنید فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں سے تھے اور عہد وسطیٰ میں پنجاب اور موجودہ دور میں ہریانہ کے معروف شہر حصار سے تعلق رکھتے تھے۔ کتابت کے میدان کے ماہر تھے۔ انھوں نے قرآن کریم کی کتابت میں بھی دلچسپی لی۔ ان کی کتابت کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے بیان کے مطابق وہ تین روز میں اعراب کے ساتھ پورے قرآن کریم کی کتابت کر لیتے تھے. صاحب اخبار الاخبار نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اسے خرق عادت کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے.

شیخ علی المتقی برہانپوری

شیخ علی متقی (م ۱۵۶۷ء) اپنے عہد کے ممتاز محدثین میں سے تھے. انھوں نے علم حدیث کی تکمیل حجاز میں کی جہاں انھوں نے خاص طور سے محمد بن سخاوی اور ابن حجر مکی سے استفادہ کیا۔ حدیث کے میدان میں ان کے تصنیفی کارنامے آج بھی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں (۵۹)۔ علم حدیث کی اشاعت کے علاوہ کتابت قرآن سے بھی انھیں دلچسپی تھی۔ ان کا ذریعہ معاش کتابوں کی کتابت تھا لیکن یہ واضح نہیں کہ وہ قرآن کی کتابت کو اس مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ کتابت قرآن کے سلسلہ میں ان سے ایک نادر نسخہ کی کتابت بھی منسوب کی جاتی ہے۔ صاحب طبقات الکبریٰ عبد الوہاب شعرانی نے ان کے تذکرہ میں یہ بات کی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ملاقات کے دوران شیخ نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے ایک مصحف کے بارے میں بتایا کہ اس کی ہر سطر ربع حزب پر مشتمل

تھی اور ایک ہی ورق میں انھوں نے پورا قرآن لکھ دیا تھا(٦٠) جو یقیناً ایک عجوبۂ روزگار تھا.

خواجہ عبدالصمد شیریں

خواجہ عبدالصمد اُن ماہرین خطاطی میں شامل ہیں جو بابر کے ساتھ ہندوستان آئے انھیں اس میدان میں ہمایوں کی استادی کا بھی شرف حاصل ہوا اور وہ دربار اکبری سے بھی منسلک رہے ہیں. وہ فن خطاطی بالخصوص نستعلیق میں امتیاز رکھتے تھے. عہد اکبری میں انھیں چہار صدی منصب عطا ہوا اور فتح پور سیکری میں ٹکسال کے افسر اعلیٰ مقرر ہوئے۔انھوں نے خشخاش کے دانہ پر سورہ اخلاص لکھ کر فن کتابت میں اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا۔بادشاہ کے سامنے جب خطاطی کا یہ نادر نمونہ پیش ہوا تو وہ اسے دیکھ کر کافی خوش ہوا(٦١)

ابراھیم استرآبادی

ابراھیم استرآبادی بھی اکبر کے معاصرین میں سے تھے، نسخ و نستعلیق دونوں میں مہارت رکھتے تھے (٦٢) انھوں نے قرآن کریم کی کتابت میں دلچسپی لی اور خط غبار (٦٣) میں اس کا ایک نسخہ تیار کیا. ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ قرآن دہلی کے میوزیم میں محفوظ ہے جس پر سنہ کتابت ۷۹۵ھ (۱۵۵۰ء) درج ہے (٦٤). اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نسخہ کی کتابت عہد اکبری (۱۵۵٦-۱٦۰۵ء) سے قبل عمل میں آئی اگرچہ مورخین عام طور پر ابراھیم استرآبادی کو عہد اکبری (۱۵۵٦-۱٦۰۵ء) سے قبل عمل میں آئی اگرچہ مورخین عام طور پر ابراھیم استرآبادی کو عہد اکبری کے خطاطوں کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں.

علی جو کاشمیری

علی جو کاشمیر کے نامور خطاطان میں سے تھے. یہ میر علی خوشنویس کے شاگردوں میں سے تھے جو سلطان حسین شاہ (۱۵٦٣-۱۵۷۰ء) کے عہد میں ایران سے کشمیر آئے اور ہفت قلم ہونے کے علاوہ تعلیق و نستعلیق کے ماہر تھے علی جو کاشمیری کو بھی اس میدان میں امتیاز حاصل ہوا. انھوں نے خاص طور سے نسخ و ثلث میں مہارت دکھائی اور اسی طرز کے مطابق انھوں نے کشمیر میں قرآن کی خطاطی کو فروغ دیا (٦٥).

عبدالقادر بدایونی

عہد اکبری کے یہ معروف عالم عبدالقادر بدایونی، مورخ کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں. اسی کے ساتھ یہ اس دور کے ان لوگوں میں بھی شامل ہیں جنھوں نے حصول برکت و ثواب کی خاطر قرآن کریم کی کتابت کی. اس کا

پس منظر بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ اکبر کی ہدایت پر بدایوں نے نقیب خان کے اشتراک سے مہابھارت کا فارسی ترجمہ کرنا شروع کیا تھا جسے وہ نقل بھی کرتے جاتے تھے. تقریباً چار ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران بادشاہ اور ان میں اختلاف پیدا ہو گئے یہاں تک کہ وہ شاہی عتاب کا نشانہ بھی بنے. ان حالات میں مہابھارت کے ترجمہ کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا. اس کے بعد بدایونی نے قرآن کریم کی کتابت شروع کی اور یہ امید ظاہر کی کہ ان کا یہ عمل پہلے لکھی جانے والی کتابوں کا کفارہ ثابت ہو گا اور دنیوی زندگی میں موجب سکون و آخرت میں ذریعہ شفاعت بھی بنے گا. مزید برآں بدایونی نے خود یہ صراحت کی ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کا یہ نسخہ خط نسخ میں "لوح وجدول" کے ساتھ تیار کیا تھا اور اسے انہوں نے اپنے پیرو مرشد شیخ داؤد جھنی وال (٦٦) (م ۹۸۲ھ ۱۵۷۵ء) کے روضہ پر وقف کیا۔ (٦٧) یہاں یہ واضح رہے کہ کتاب کے اولین ورق کی پیشانی پر جو گل کاریاں کی جاتی تھیں اسے لوح کہا جاتا تھا اور ہر ورق کے حوض کو لکیریں کھینچ کر جو دیدہ زیبی اور کتابت میں رعنائی پیدا کی جاتی تھی اسے جدول کہتے تھے اس کی ابتدا اصل میں قرآن کریم کی کتابت کے ضمن میں ہوئی تھی اور بعد میں دوسری کتابوں میں بھی اس کا رواج شروع ہوا (٦٨)

عبدالباقی حداد

عبدالباقی حداد عہد شاہجہانی کے نامور خطاطوں میں سے تھے اور نسخ و نستعلیق میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ اس میدان میں ان سے مستفید ہونے والوں میں اورنگ زیب بھی شامل تھے۔ عبدالباقی کتابتِ قرآن میں شغف رکھتے تھے ان کے کتابت کردہ دو نسخے کافی مشہور ہوئے ایک سی (تیس) ورقی اور دوسرا چوب قلم تھا۔ تذکرہ خوشنویسان اور صحیفہ خوشنویساں کے مؤلفین کے بیان کے مطابق عبدالباقی نے اپنا اولین نسخہ اورنگ زیب کو ان کی شاہزادگی کے دوران پیش کیا تھا جسے انہوں نے کافی پسند کیا اور کاتب کو "یاقوت رقم" کا خطاب عطا کیا۔ (٦٩)۔ دوسری جانب جدید دور کے بعض مصنفین نے ذکر کیا ہے کہ عبدالباقی حداد نے اپنا تیس ورقی نسخہ شاہجہاں کی خدمت میں پیش کیا تھا اور انہی کی جانب سے وہ "یاقوت رقم" کے خطاب سے نوازے گئے، مزید براں انہوں نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ عبدالباقی نے یہ نسخہ نسخِ خفی میں اس طور پر کیا تھا کہ خفی جلی کی طرح پڑھا جائے اور یہ اہتمام بھی کیا تھا کہ اس کی ہر سطر الف سے شروع ہو بادشاہ نے جب یہ نسخہ دیکھا تو کافی خوش ہوا اور عبدالباقی کو "یاقوت رقم" کا خطاب دینے کے ساتھ انہیں ان کے وزن کے برابر سکہ رائج الوقت بھی مرحمت کیا (٧٠) ہے۔ عربیک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان (ٹونک) میں عبدالباقی کا رقم کردہ یہ نادر نسخہ محفوظ ہے (٧١)۔

محمد عارف

عبدالباقی حداد کے شاگردوں میں محمد عارف خطاطی میں مہارت اور قرآن کریم کی کتابت کے لئے معروف ہوئے۔ انہیں نسخ و ثلث کے مطابق کتابت کا خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ وہ شہزادگانِ عالم گیر کے استادانِ کتابت میں بھی شامل تھے۔ ان کے کتابت کردہ نسخوں میں دو زیادہ مشہور ہوئے۔ ایک نسخ میں سنہری حرفوں والا، دوسرا خط ثلث میں لکھا ہوا۔ اس فن میں امتیاز کی وجہ سے اورنگ زیب عالم گیر نے انہیں یاقوت رقم دوم کا خطاب عطا کیا تھا(۷۲)۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ اس پر سنہ کتابت ۱۰۸۰ھ (۱۶۶۹ء) مرقوم ہے۔(۷۳)

محمد صادق طباطبائی

محمد صادق طباطبائی جو نواب مرید خاں کے نام سے معروف تھے محمد شاہ(۱۷۱۹ء۔۱۷۴۷ء) کے امراء میں سے تھے سیاست و حکومت سے تعلق کے ساتھ ساتھ پڑھنے لکھنے میں بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ انہیں خاص طور سے کتابت کا شوق تھا۔ وہ تعلیق و شکستہ کے ماہر تھے۔ قرآن کریم کی کتابت میں بھی انہوں نے دلچسپی دکھائی۔ قرآن کریم کے نسخے تیار کرنے میں انہوں نے مختلف طرز استعمال کئے۔ صاحب تذکرہ خوشنویساں نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے خط ریحان، ثلث و نسخ میں محمد صادق طباطبائی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے متعدد نسخے لکھنؤ میں دیکھے تھے۔(۷۴)

قاضی عصمت اللہ خاں

مغل بادشاہت کے آخری دور میں شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹ء۔۱۷۸۸ء) کے معاصرین میں قاضی عصمت اللہ (م ۱۷۷۲ء) ایک نامور خطاط گذرے ہیں۔ ان کے جوہر خاص طور سے خط نسخ میں نمایاں ہوئے اور غلام محمد ہفت قلمی کے بیان کے مطابق وہ اس میدان میں یاقوت مستعصمی (م ۱۲۹۸ء)(۷۵) پر بھی سبقت لے گئے وہ اسی طرز کے مطابق قرآن کریم کی کتابت بھی کرتے تھے۔ قرآن کے نسخوں کے علاوہ انہوں نے متعدد حمائل بھی قلمی یادگار چھوڑے ہیں۔(۷۶)

تلامذہ قاضی عصمت اللہ خاں

فنِ کتابت کے میدان میں قاضی عصمت اللہ سے کافی لوگ فیض یاب ہوئے ان کے تلامذہ میں متعدد افراد نے کتابت قرآن میں بھی دلچسپی دکھائی۔ ان کے حقیقی بھائی فیض اللہ اور بھتیجے عبد اللہ خاں قرآن کی کتابت کے لئے معروف ہوئے۔ صاحب تذکرہ خوشنویساں کے بیان کے مطابق عبد اللہ خاں نے اپنے چچا کے شروع کیے ہوئے نسخوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور دونوں کا خط اتنا ملتا جلتا تھا کہ اہلِ نظر کے لئے بھی ان میں تمیز کرنا مشکل تھا۔(۷۷) قاضی عصمت اللہ کے شاگردوں میں میر کرم علی نسخ میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے قاضی عصمت اللہ سے خاص طور سے اسی طرز کے مطابق قرآن کریم کی کتابت کا فن سیکھا تھا۔(۷۸) مزید برآں ان کے ایک دوسرے شاگرد میاں محمدی نے بھی قرآن کریم کی کتابت کا مشغلہ اختیار کیا۔ وہ اکثر اپنے استاد کے لکھے ہوئے نسخوں کو سامنے رکھ کر قرآن مجید کے دوسرے نسخے تیار کرتے تھے۔(۷۹)

محمد حفیظ خاں

محمد حفیظ خاں (م ۱۷۸۰ء) فردوس آرام گاہ محمد شاہ کے معاصر اور خطاطی کے ماہرین میں سے تھے۔ پہلے وہ مغل انتظامیہ سے منسلک تھے اور داروغۂ یساولان (فوجی محافظین کے افسر) کی ذمہ داریاں انجام دے رہے تھے بعد میں اس سے سبکدوشی حاصل کر کے عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔ انہیں کتابت قرآن کا شروع ہی سے شوق تھا جو آخر عمر تک جاری رہا اور سرکاری ملازمت کے دوران بھی یہ سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ نستعلیق، نسخ، شکستہ و ثلث میں وہ استادانہ مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے خطِ نسخ میں قرآن مجید کے متعدد نسخے تیار کئے تھے۔ ان میں کچھ مذہب و مطلا بھی تھے جنہیں انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور دادِ تحسین حاصل کی۔ خطاطی کے میدان میں محمد حفیظ خاں سے مستفید ہونے والوں میں "تذکرہ خوشنویساں" کے مصنف غلام محمد ہفت قلمی (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) بھی شامل تھے(۸۰)

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ عہد اسلامی کے ہندوستان میں مسلمانوں میں مختلف طبقہ کے لوگوں نے قرآن کریم کی کتابت میں دلچسپی لی۔ ان میں علماء و مشائخ، سلاطین و شہزادے اور عام کاتبین و ماہرین خطاطی سبھی شامل تھے۔ اس میں دلچسپی لینے والوں کا ایک طبقہ وہ تھا جو کتابتِ قرآن کو ایک نیک مشغلہ کے طور پر اختیار کرتا تھا۔ ان کی مستقل مصروفیات کچھ اور ہوتی تھیں لیکن وہ اپنے گذر بسر یا وجہ معاش کے لئے قرآن

کے نسخے تیار کرتے وہ اس کام کو باعثِ ثواب سمجھتے تھے اور اس کا جو کچھ بھی معاوضہ ملتا وہ اسے بابرکت وجہ معاش تصور کرتے تھے۔ خاص بات یہ کہ وہ اپنے نسخوں کا کم از کم ہدیہ لینا پسند کرتے تھے۔ مزید برآں خالص ثواب کی نیت سے کتابتِ قرآن کی روایت اس زمانہ میں اس طور پر اور مستحکم ہوئی کہ بعض حضرات اپنے کتابت کردہ نسخوں کو حرمین شریفین بھیجتے تھے تاکہ وہاں ان کی تلاوت سے کاتبین کو مزید ثواب حاصل ہو۔ بابر، اورنگ زیب اور گجرات کے حکمراں مظفر شاہ کے ضمن میں اس نیک روایت کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ عبدالقادر بدایونی نے ایک بزرگ کے مزار پر اپنے نسخہ کو وقف کر کے ایک دوسری روایت قائم کی۔ عہد اسلامی کے ہندوستان میں قرآن کریم کی کتابت کا یہ پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ کتابت کے عام انداز اختیار کرنے کے علاوہ اس میں فنِ خطاطی کا مظاہرہ بھی کیا گیا۔ عہد مغلیہ میں ایسے کاتبین کی کمی نہیں تھی جنہوں نے قرآن کی خطاطی کے اعلیٰ و دلکش نمونے پیش کئے اور قرآن کریم کی کتابت میں خطاطی کے مختلف طرز استعمال کئے۔ لیکن ان سب میں سب سے معروف و مقبول طرز نسخ تھا اس عہد کے قرآن کریم کے بیشتر نسخے اسی خط میں ملتے ہیں۔ یہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ عہد شاہجہانی کے عبدالباقی حداد نے نسخ کو آراستہ و پیراستہ کر کے عروس الخط بنایا۔ انہوں نے قرآن کریم کو نسخ ہی کے ایک مخصوص طرز نسخ خفی میں اس طور پر لکھا کہ خفی، جلی کی طرح پڑھا جائے۔ اس زمانہ میں قرآن کریم کی کتابت کے لئے نسخ کے علاوہ جن دوسرے خطوط کے استعمال کا ذکر ملتا ہے وہ ہیں نستعلیق، ثلث، رقاع، بابری، غبار و بہار (۸۱) "اسلامی ہند میں فن خطاطی" کے مصنف شوکت علی خاں کی تحقیق کے مطابق عہد اسلامی کے ہندوستان میں "خط بہار" میں بھی قرآن کریم کے نسخے کثرت سے تیار کئے گئے۔ مزید برآں اوپر کی تفصیلات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ قرآن مجید کی کتابت میں مختلف طرز اپنانے کے علاوہ اس زمانہ کے ماہرین خطاطی نے قرآن مجید کے نادر نسخے تیار کرنے میں بھی دلچسپی لی۔ کسی نے خشخاش کے دانہ پر سورہ اخلاص لکھ کر اور بعض نے ایک سطر میں ربع حزب قرآن کی کتابت کر کے خطاطی میں اپنی غیر معمولی مہارت کا مظاہرہ کیا ایک جانب تیس ورق میں پورے قرآن کی کتابت اس طور پر مکمل کرنے کی مثالیں سامنے آئیں کہ ہر سطر الف سے شروع ہو تو بعض کاتبوں نے تین دن میں پورا قرآن لکھ کر زود نویسی کا عجیب و غریب نمونہ پیش کیا۔ مزید برآں کتابت کے معیار کے اعتبار سے عہد اسلامی کے ہندوستان کے نسخوں میں اتنا تنوع تھا کہ اسی زمانہ میں جب دہلی میں ایک ٹکہ ہدیہ میں مصحف دستیاب تھا وہاں بعض اعلیٰ قسم کے نسخے پانچ سو ٹکہ سے کم ہدیہ میں ملنے مشکل تھے۔ ان سب باتوں کے علاوہ اوپر کے مباحث سے یہ حقیقت بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اہل ایمان اس عظیم کتاب ہدایت کو اس قدر محترم و عزیز رکھتے ہیں کہ اس سے متعلق ہر عمل (قرأت، تلاوت،

کتابت، تدبر و تفکر اور ترجمہ و تفسیر) کو وہ موجب برکت و ثواب اور باعثِ رحمت سمجھتے ہیں اور اسے انجام دینا وجہ سعادت تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عہد زیر بحث میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں اور عوام و خواص دونوں میں کتابتِ قرآن میں دلچسپی کے مظاہر ملتے ہیں اور اس عہد کے علماء و مشائخ، سلاطین و امراء اور کاتبین و خطاطان کے کتابت قرآن کے نمونے اب بھی دستیاب ہیں۔

حواشی و مراجع

۴۳۔ تاریخ فرشتہ ۱/ ۱۲۱۔ رفیع الدین شیرازی، تذکرۃ الملوک، مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد ورق ۹

۴۴۔ تاریخ فرشتہ ۲/ ۲۱۲ سعید احمد رفیق' محولہ بالا، ص ۱۱۴

۴۵۔ تذکرہ خوش نویساں، ص ۹۱، مناظر احسن گیلانی ۱/ ۹۷

۴۶۔ اعجاز راہی ص ۱۵۶

۴۷۔ تذکرہ خوش نویساں، ص ۹۴۔ ۹۵

۴۸۔ صباح الدین عبد الرحمٰن، بزم تیموریہ' مطبع معارف ۱۹۴۸ء ص ۴۱۷

۴۹۔ مناظر احسن گیلانی، محولہ بالا، ۱/ ۷۴ (حاشیہ) (بحوالہ سفرنامہ مظہری' ص ۵۸)

۵۰۔ اعجاز راہی، ص ۱۵۷، شوکت علی خاں، ص ۱۸، مقالات شبلی، مطبع معارف اعظم گڑھ'، ۱۹۳۶ء ۵/ ۱۱

۵۱۔ ملاحظہ فرمائیں: آیات بینات، مخطوط، حبیب گنج کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) ۱/ ۵۵ (عربی)

۵۲۔ قاضی اطہر مبارک پوری، خلافت راشدہ اور ہندوستان، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۷۲ء ص ۱۰۶۔ ۱۱۰، ۱۱۶۔ ۱۱۷، ۲۳۸۔ ۲۴۰، ۲۵۴، اعجاز راہی، ص ۱۳۹

۵۳۔ اعجاز راہی، ۱۴۴

۵۴۔ خیر المجالس (مرتبہ: حمید قلندر با تصحیح و مقدمہ و تعلیقات خلیق احمد نظامی، شعبہ تاریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (بدون تاریخ ۸۸) شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ء

ص ۱۹۰۔۱۹۱۔ سیر الاولیاء ص ۳۰۸، سید عبدالحی، نزہۃ الخواطر حیدر آباد ۱۹۴۷ء ۲/ ۱۰۶

۵۵۔ خیر المجالس، ص ۸۸

۵۶۔ اخبار الاخیار، ص ۱۷۸، تذکرہ علماء ہند، ص ۴۱، نزہۃ الخواطر، ۳/ ۴۹۔۵۰

۵۷۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد (تصحیح محمد لطیف ملک) لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۸۹

۵۸۔ اخبار الاخیار، ص ۳۸۲۔۳۸۳، مناظر احسن گیلانی ۱/ ۵۷

۵۹۔ اخبار الاخیار، ص ۲۵۷۔۲۶۹۔ ماثر الکرام، ص ۱۹۲۔۱۹۴، تذکرہ علماء ہند، ص ۱۴۶۔۱۴۷۔ محمد اسحاق، علم حدیث میں برعظیم پاک و ہند کا حصہ دہلی ۱۹۸۳ء ص ۲۶۷۔۲۶۹

۶۰۔ عبدالوہاب الشعرانی، طبقات الکبریٰ، مصطفیٰ البابی الحلبی واولاد، مصر ۱۹۵۴ء ۲/ ۱۸۵

۶۱۔ ابوالفضل آئین اکبری، تصحیح سر سید احمد خاں) مطبع اسمٰعیلی دہلی (۱۲۷۲ھ ۱/ ۸۳، ۱۸۴، بدایونی ۳/ ۵۱، ۳۱۰ تذکرہ خوش نویساں، ص ۸۴ بزم تیموریہ ص ۱۲۵، اعجاز راہی، ص ۱۵۱

۶۲۔ آئین اکبری ۱/ ۸۱، بزم تیموریہ، ص ۱۲۶

۶۳۔ خط غبار میں باریک نقطوں یا خفی قلم سے حرف کی شکل بنائی جاتی تھی۔ بظاہر جلی قلم سے لکھا نظر آتا ہے لیکن بغور دیکھنے سے غبار کی صورت نقطے نظر آتے ہیں 'صحیفہ' خوش نویساں' ص ۵۴۔۵۵۔ اعجاز راہی۔ ص ۹۰)

۶۴۔ صحیفہ خوش نویساں، ص ۷۷ (بحوالہ ظفر حسن، فہرست مخطوطات دہلی میوزیم (انگریزی ص ۱۸)

۶۵۔ اعجاز راہی، ص ۱۷۷

۶۶۔ شیخ داؤد حسنی کے مرید و خلیفہ تھے اور قادری سلسلہ کے صاحب حال معروف صوفیوں میں سے تھے ان کے حالات کے لئے دیکھئے: بدایونی ۳/ ۲۸۔۳۹، نظام الدین احمد بخشی ۳/ ۴۷۳، اخبار الاخیار، ص ۲۰۷۔۲۰۸، محمد صادق، طبقات شاہجہانی، نقل حبیب گنج کلکشن، فارسی، تذکرہ نمبر ۲۲ ۲/۴۶ (مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) ۲/ ۳۱۳۔۳۱۲

۶۷۔ بدایونی ۲/ ۳۹۴

۶۸۔ مناظر احسن گیلانی، ۱/ ۸۲

۶۹۔ تذکرہ خوش نویساں، ص ۱۲۵، صحیفہ خوش نویساں، ص ۱۲۳، اعجاز راہی، ص ۱۵۸

۷۰۔ شوکت علی خاں، ص ۲۲، عبدالمجید سالک، ص ۴۰۱۔

۷۱۔ شوکت علی خاں، قصر علم۔ ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر، عربک اینڈ پرشین انسٹی ٹیوٹ،

راجستان، ٹونک (بدون تاریخ) ص ۶۹

۷۲۔ تذکرہ خوش نویساں، ص ۱۲۶، اعجاز راہی، ص ۱۵۸.

۷۳۔ صحیفہ خوش نویساں، ۶۱

۷۴۔ تذکرہ خوش نویساں، ص ۱۰۷

۷۵۔ جمال الدین یاقوت المستعصمی ابن البواب کے شاگرد اور خلیفہ مستعصم کے حبشی غلام تھے. فن خطاطی وزود نویسی میں ممتاز ہوئے، ایک ماہ میں قرآن کے دو نسخے لکھ لیتے تھے. ان کے کتابت کردہ نسخوں کی تعداد ۳۶۴ بتائی جاتی ہے (قاضی احمد، محولہ بالا، ص ۵۹، ایم ضیاء الدین، ص ۳۹)

۷۶۔ تذکرہ خوش نویساں، ص ۱۲۷، اعجاز راہی، ص ۱۶۰

۷۷۔ تذکرہ خوش نویساں، ص ۱۲۷۔۱۲۸

۷۸۔ حوالہ مذکورہ، ص ۱۲۸

۷۹۔ حوالہ مذکورہ، ص ۱۳۰۔۱۳۱۔ اعجاز راہی، ص ۱۶۰

۸۰۔ حوالہ مذکورہ، ص ۱۱۱، ۱۱۲

۸۱۔ خط بہار، خاص عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی ایجاد ہے. یہ اصلاً خط تعلیق پر مبنی ہے. اس میں حروف کو بڑے نمایاں طور پر پیش کیا جاتا ہے. افقی نشستیں زیادہ لمبی ہوتی ہیں. ن۔ س۔ ک۔ ل کا دامن بالکل ب کے دامن جیسا ہوتا ہے. اور ان کے آخری حصے نوکدار نہیں ہوتے بلکہ پورے خط پر ختم کئے جاتے ہیں. بعض اہل قلم کی رائے میں یہ بہار اس لئے کہلایا کہ اس کی ابتداء غالباً بہار پر افغانوں کے غلبہ کے بعد ہوئی. سوری خاندان کے انقراض سلطنت کے ساتھ انحطاط پذیر ہو کر یہ خط بہت قلیل عرصہ میں تقریباً معدوم ہوگیا (دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۵/ ۹۷۲۔ ۹۷۳ء صحیفہ خوش نویساں، ص ۴۸)

☆ ☆ ☆